جلد ۱۴ نمبر ۱۳
مضامین نیر
۱۰ اپریل ۱۹۔۔ء

منطق کا ماہ بیگم بنام وائسرائے

"الف لیلہ کے وردخان شاہ کی حکایت"

سنولاٹ صاحب۔ آنکھوں کی دیکھی بات نہیں الف لیلہ میں ایک بڑی جنگی حکایت وردخان شاہ ابن جلیعاد شاہ کی لکھی ہوئی ہو وہ میں تمہیں مختصر طور پر سناتی ہوں مجھے اُمید ہے کہ تم کان دھر کے سنوگے اور اس سے سبق لوگے۔

کہتے ہیں کہ جلیعاد شاہ بہت بڑا سلطان تھا جب وہ مرنے لگا تو اپنے اکلوتے بیٹے وردخان شاہ کو تاج و تخت سپرد کرکے گوشہ نشین ہوگیا۔ شاہزادہ کی تعلیم و تربیت ایک ہوشیار و جوان وزیر علم شماس نامے کے سپرد کی تھی۔ شاہزادہ کو تمام علوم کھول کے پلادئے تھے مگر شاہزادہ کے دماغ میں منطق کی گنجائش بہت کم تھی۔ جب تک جلیعاد شاہ زندہ رہا وردخان نے نہایت ہوشیاری اور بیدار مغزی کے ساتھ حکومت کی۔ ادھر جلیعاد کی آنکھ بند ہوئی اُدھر وردخان عیش و عشرت میں پڑ گیا۔ قبول صورت لونڈیاں دور دور سے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے محل میں بھر دیں۔ گھر اندر کا اکھاڑا ہوگیا۔ اب تو یہ حالت ہوئی کہ حضور نے مہینوں گھر سے باہر قدم نکالنا اور دربار کرنا چھوڑ دیا۔ جب دیکھئے ذنبے میں گھسے ہوئے ریشم پری عورتوں کے ساتھ کھیل میں مصروف ہیں۔ سلطانوں کی گرفتیاں سدی کی لڑکی بھی پڑی ہوئی ہیں۔ رعیت کے جو مکروہ سے اندر غرض سنے۔ ارکان سلطنت کو اندیشہ ہوا کہ اگر یہی حال چند سے اور رہا تو کوئی نہ کوئی آفت ملک پر آئیگی۔ آخر سب نے وزیر شماس کے دروازے پر ہجوم کیا اور کہا کہ نواب صاحب رنگ اچھا نہیں ہے

محل شہ پریوں کے سایہ میں رہتے ہیں اور سلطنت کی طرف توجہ نہیں فرماتے۔ ذرا خبر لیجئے۔ سمجھائیے بجھائیے اونچ نیچ دکھائیے۔ آپ تو خدا کی عنایت علامہ بھی ہیں اور حضور کے اُستاد بھی۔ نواب صاحب نے ارکان سلطنت کے کہنے سے دولت کی راہ لی بمشکل تمام بادشاہ سلامت کی زیارت نصیب ہوئی۔ بادشاہ سلامت نے صورت دیکھتے ہی فرمایا۔

"نواب صاحب کہو کہاں آپ نے زحمت فرمائی۔ کیسے مزاج کیسا ہو" نواب صاحب نے تعظیم و ادب کے ساتھ دعا عرض کیا کہ خداوند نعمت غلاموں کی آنکھیں دیدار رخ زیبا کو ترس گئیں۔ آج اشتیاق کی آگ اس قدر بھڑکی کہ بندے سے صبر نہ ہو سکا۔ حاضر ہوا۔ چند ضروری امور غلام بارگاہ کے گوش گزار کرنا ہیں بات یہ ہے کہ خداوند عالم نے سرکار دولت مدار کو علم حکمت عقل فہم قوت ملک حسن صورت غرضکہ ہر قسم کی نعمت عنایت کی ہے گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کے بندگان خدا کو ان نعمتوں سے محروم رکھنا عطائے ربانی کی ناقدری ہے۔ حضور آنکھ بھر کسی کے تابعدار نہیں اگر مزے داریوں پر طبیعت مائل ہو تو کون منع کر سکتا ہے مگر جو کوئی بھوکا ہو تو وہ ہر وقت باورچی خانے میں بیٹھا نہیں رہتا۔ پیٹ بھرنے کے بعد مطبخ میں بیٹھنے کی حاجت ہی کیا ہو۔

زمانے بحث علم و درس تنزل
کراہ نفس انسان را کمالے
زمانے شورش عطر نخ و حکایت
کہ گردد مرنج خاطر را اعلے

میں متصل خود ہی ایک بیماری ہو تعجب ہو کہ بندگان درگاہ کی طبیعت اس یکسانی سے نہیں اکتاتی ہر وقت عورتوں کے فرزاہ کے بے حسی سے کیوں سیر نہیں ہوتے حضور کی رعایا اس طرز عمل سے نہایت افسردہ ہو خدا کے لیے باہر قدم نکالیے اپنا گھر دیکھیے بھالیے یہ غلام ہیر مالک و مختار نہیں ہزاروں مسئلے ایسے پیش ہوتے ہیں جنہیں خدام عالی کا حکم لیے بغیر پیش ہوتی والغلام حرام ہو۔ ذات خانہ میں اس غلام کا گزر نہیں اور گزر ہو بھی تو گستاخی کی مجال نہیں حضور تو کسی کے

ہمکلام ہوں اور غلام اوس مزے مزے کی گفتگو میں خلل ڈالے۔ بادشاہ سلامت وزیر کی گفتگو سن کے چونکے دل نے خدا اونچ نیچ سمجھا ہوئے اچھا نواب صاحب انشاء اللہ ہم کل اجلاس دولت و اقبال کے قصر بہ شکل گیں جلوہ گر ہوں گے۔ عوان سلطنت کو یہ مژدہ جاں فزا سنا دیجئے۔ نواب صاحب مجرا کرکے رخصت ہوئے۔ اہل دربار کو حکم شاہی سے اطلاع دی کہ کل بادشاہ سلامت برآمد ہوں گے اہل دربار سے غیر حاضری کی معذرت کی۔ معذرت کے جواب میں دعا میں سنیں پہر چار گھڑی وہاں سلطنت کی گتھیاں سلجھائیں مگر جو دل قدرت کے سیاہ خانے میں بیٹھا ہو اسے نور سے نفرت ہو جاتی ہے۔ دیوان نے عرض کی کہ بندشہ زادہ کا ٹھیکا ایک تاجر دس لاکھ تاوان دے کے حاصل کرنا چاہتا ہو حضور کا خیال معشوقوں کے زلف مبارک کی طرف پھر گیا فرمایا شعرائے زمانہ اس کمانش کی تشبیہ ہوئے پیچیدہ معشوق سے دیتے ہیں اس سلسلہ کو ہماری قلمرو میں یہ اجازت نہ ملنی چاہئے کریں مردہ ملکت کی چند کوڑے اشتہ سے ہوجانے۔ دوسرا عرضی پیش ہوئی کہ معدن یاقوت و لعل کا ٹھیکا میں ٹیکہ دینار سالانہ پر منظور فرمایا جائے۔ سرکار شاہی نے ہونٹ دانت تلے دبائے کسی کے لب لعلیں یاد آگئے۔ خون دل کے لیے آنکھوں سے چھائے اور حکم دیا کہ یہ ستم ناروا ہے مشبہ لب اگر عزیز ہو تو مشبہ بہا (یاقوت) کی توقیر بھی واجب ہو۔ "ناکہ ۔۔ نامنظور" اسی اصل محاصل اسی وجہ سے معطل رہی کہ معشوق کی تشبیہی کی شبیہیں تھیں۔ باغوں کا اجارہ یوں ملتوی ہوا کہ پھلوں اور درختوں سے اہل حسن کے اعضا کی تشبیہ دیجاتی ہو۔ محاصل ملک میں قطع در چکے بعد مہر سلطنت پھر لگانے کے نہان خانے میں غروب ہوگیا۔ یہاں تیال چلا لیا منہ تھلانے تو حسن نکالے بیٹھی تھیں۔ شہر یار کو دیکھتے ہی دور دور کوئی ملا کر رہا ہے بولی کسی نے صدقہ اتارا کسی نے "الفراق" میں شب ہو جائے۔ کوئی منہ چڑھی دور ٹھہر کے گوشہ میں جا بیٹھی مصاحبوں نے پنکھا جھلانا اور کرنا شروع کیا۔

"لے یہ گئے والی بندی کا پہرہ تو دیکھو۔ دھول

ہو رہا ہے۔ بھلا دیکھیے ان نمک حراموں شاہی نوکروں پر
موئے خود کام چور ہیں۔ مالک سے کہتے ہیں کہ مزدوروں
کی طرح رات دن کام کاج میں جُتا رہے۔ چار دن
کی زندگی گذر جائیں جوت کے مگر کہ مزدور بھی نہیں
کاٹتا پھر ہمارے حضور تو اللہ رکھو دنیا بھر کے مالک
ہیں سا تو یہ بھاری بھاری تنخواہیں جو ان موئے
وزیروں نوابوں کو دی جاتی ہیں تو یہ کس مرض کی
دوا ہیں۔ واہ محنت کرے مالک اور مزے اڑائیں یہ لفنگے
بادشاہ سلامت نے محلات کی عادت بگاڑ رکھی تھی
چاؤں چاؤں کاؤں کاؤں سُن کے دل میں کہنے لگے
سچ کہتی ہیں میں ہوں بادشاہ یہ ہیں رعیت ان کو
یہ حق نہیں کہ اسطرح مجھے عیش خانے سے باہر نکال
کے محنت لیں۔

ہوا پھر پلٹ گئی۔ پھر وہی عیش وہی کھیل کود۔
صبح کو شناس وزیر اعیان دولت کی بھیڑ لیے محل سرائے
شاہی پر آیا مگر در قبول مقفل پایا دربانوں نے حکم سنایا۔
ظل اللہ برآمد نہ ہوں گے۔ آج کا دربار معاف ہے آپ لوگ
اپنے اپنے گھر تشریف لیجائیں۔ سب ناامیدی کا رونا
روتے اپنے اپنے گھر چل دیے۔ جب دو چار ہفتے یوں ہی
گذر گئے تو پھر لوگوں نے شناس کو گھیرا۔ شناس نے ہزار
حیلہ و تدبیر ظل اللہ سے ملاقات کی۔ تخلیہ تھا۔ وزیر نے
دست بستہ عرض کی خدا کے لیے مجسم بے دتوتی یعنی
عورتوں کے مشورے پر عمل نہ کیجیے ورنہ پچھتایئے گا
دیکھیے ابھی دو دن کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے اپنے
باغ کی سرسبزی کا تذکرہ اپنی بی بی سے کیا۔ بی بی سیر
باغ کی مشتاق ہوئی بات کوئی بیجا نہ تھی میاں بی بی
دونوں اپنے باغ میں آئے ٹہلے پھرے میوہ کھایا آخر میں
بی صاحبہ کو کچھ اور سوجھی کوئی اور ہی بات یاد آگئی۔
میاں نے عذر کیا کہ بھلا یہ کون سا محل ہے۔ ایسی
باتوں کے لیے گھر ہی بہتر مقام ہے۔ بی بی پر بھوت سوار
تھا کہنے لگیں سبحان اللہ گھر تھا یہ ہوا کہاں یہ فضا
کہاں یہ سناٹا کہاں یہ فراغت کہاں۔ سنو میاں
اگر تم حرام حلال کو گھر نہیں جو شرماتے ہو۔ میاں بولے
کہ بی بی یہ میدان کوئی محفوظ مقام نہیں مگر بس بیچارا
میاں بی بی نہ ٹلے [illegible] مشغول ہوئے اتنے میں

دو چار کا ادھر سے گذر ہوا سمجھ گئے کہ یہ میاں بی بی کا
نہیں بلکہ [illegible] معاملہ ہے [illegible] پیچھے دل کے پھپھولے
نکل رہے ہیں۔ ایک نے غیرت کے جوش میں کہا۔ او بد معاش
کیا کیا خوب تو نے جنگل میں منگل منایا ہے چل [illegible]
کی کچہری میں۔ دوسرے نے بی بی کا ہاتھ پکڑا بی بی
چلائیں کہ میاں ان موذیوں سے آبرو بچاؤ۔ میاں نے
لاکھ لاکھ سمجھایا کہ دیکھو یہ میرا باغ ہے اور یہ عورت میری
بیاہی بی بی ہے مگر وہ کب سننے والے تھے آخر بات بڑھی
بدمعاشوں نے میاں کے پیٹ میں خنجر گھونپ دیا۔
بی بی کی جو گت بنی وہ خدا کو معلوم ہے۔ خداوند نعمت
اسی طرح حضور بھی ناقص العقل گروہ کے پھیر میں پھنسے
ہیں اگرچہ عیش جلال ہے مگر ایسی [illegible] کے بد معاش
[illegible]
مفت میں [illegible] خون ہوگا [illegible] سنبھلیے [illegible]
کی [illegible] ہوتی ہے [illegible] ایک [illegible] بیٹھے [illegible]
حکم [illegible] وزیر نے [illegible] دکھائی تو فرمایا
گھبراؤ کل انشاءاللہ دربار ہو کر رہے گا وزیر آنکھوں سے
[illegible] ہو تو ایک بات جان [illegible] اور گرد [illegible]
اور پریشانی پر [illegible] شروع کرنے لگیں [illegible] وزیر کی [illegible]
شہر یار کے روئے مبارک پر طاری ہو گئی تھی [illegible]
آپ کے دشمنوں کا اس وقت کیا حال ہے۔ میں دیکھتی ہوں
جب یہ وزیر نگوڑا آتا ہے ایک نہ ایک نیا نخرہ لے کے
آتا ہے۔ [illegible] اپنے بادشاہ پر صدقے کروں
آخر یہ دھمکیاں دینے والا کون؟ لے صاحب اپنی حکومت
اپنی سلطنت ہے اپنی رعیت ہے۔ واہ یہ بھی ایک ہی ہوئی
بادشاہ نہ ہوا موم کی ناک ہو گیا۔ پھر یہ جب آئے دار
ڈالا کام نکالا۔ میں سچ کہتی ہوں حضور بھی ذرا دل
سخت کریں تو کام چلیگا۔ یہ شوروں سے [illegible] حضور کو [illegible]
ہیں اسی طرح چوروں نے ایک سوداگر کو بھی دھوکا دیا
تھا۔ تاجر تھا مالدار چوروں نے [illegible]۔ ایک ان میں
حکیم کا بھیس بدل کے آیا۔ سوداگر صاحب دستر خوان پر
بیٹھے تھے حکیم صاحب نے صدا لگائی۔ نام حکیم کا دوا
علاج کریں دکھ بیماری کھوئیں۔ سوداگر نے کہا حضرت
ان خشک [illegible] تناول فرمائیے۔ حکیم صاحب نے دیکھ
[illegible] تاجر [illegible] تھا [illegible] خوش ہوا [illegible]

جدو [illegible] کی [illegible] چاہیے گھات لگا کر
آن [illegible] حضور تو بیمار ہیں [illegible] کا
رنگ ہو علاج کیجیے ورنہ ایک دن [illegible]
نہیں گے۔ سوداگر نے ڈانٹ بتائی کہ یہ کیا نوبت ہے
خدا کے فضل سے میں صحیح و سالم ہوں جوان ہوں
تمہیں بھوک [illegible] کھا آیا ہوں۔ طبیب نے گردن
ہلا کے جواب دیا ابھی تو خرابی ہے اچھا ایک کام کیجیے میں
گولیاں دیتا ہوں شب کو انہیں کھا کے سو رہیے اگر
طبیعت بہ نسبت آج کے بھی معلوم ہو تو میں سچا ورنہ [illegible]
[illegible] گولیاں [illegible] تقصیر معاف کی۔
اجازت ہوئی تو سوداگر صاحب کو سودا ہوا کہ واقعی مجھے
دوا کی ضرورت ہے [illegible] طبیب نے کہا کہ آج
بے شک میری طبیعت [illegible] بیگم صاحبہ نے آپ کا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
دیکھیے اگر آپ گولی کھا لیتے تو [illegible]
ایک روز کھا [illegible] دشمنوں کی کیا کاٹ
کتنی [illegible] مصیبت آئی ہو کہ یوں پریشان ہوتے
ہیں۔ بادشاہ سلامت نے فرمایا۔ بیگم سچ کہتی ہو
واللہ اس کمبخت نے عیش منغص کر دیا [illegible] یہاں میں
[illegible] ہے۔ اچھا کہنے دو۔ میں تو دربار میں جا دیکھوں گا
دیکھوں یہ کمبخت میرا کیا بنا لیتے ہیں۔ حسب معمول صبح کو
شناس ڈیوڑھی پر حاضر ہو مگر حضور برآمد نہ ہوئے۔
دربانوں کو [illegible] کر کے وزیر خلوت خانے تک پہنچا
حسب معمول نذر گزرانے [illegible] کے حضور کو نصیحت
کرنے لگا کہ خواب غفلت سے ہوشیار ہو جیسے لوگوں کا
ارادہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور کے خلاف
سازشوں کا طومار بندھے اور برا وقت اپنا منہ
دکھائے۔ [illegible] کی آگ کبھی فنا نہیں ہوتی مثال ہے
چقماق ہزار سال تالاب میں ڈوبا رہے تو کیا ہو آخر جب
چوٹ کھائیگا آگ دے گا۔ رعیت کا قاعدہ ہے
کہ اپنا [illegible] لیتی ہے [illegible] سے ظلم کی [illegible]

تھوڑی سی بھوڑی ہو۔ چند روز میں سے جنگل میں ایک اونٹ کی لاش ملی۔ لومڑی کی خاطر پر شاد ہوتی ہے۔ انھوں نے سوچا کہ اس سے اور اتنی خوبی بہتر ہو۔ راہ میں ایک بھیڑیا ملا جا تھا اور سے سرخ جا کے درخواست کی کہ یہ لاش ہم سب پہ تقسیم کر دیجیے یہاں بیٹھے بیٹھے لاش دیکھی تو منھ میں پانی بھر آیا کہنے لگے جنگل کی راہ سے میری تھوڑی میں رہتے ہو کل سب لے کے آؤ اور بندے کی دعوت کا تماشا دیکھنا۔ لومڑی راضی ہو گیا

دوسرے روز میاں بھیڑیے خان بہادر نے فرمایا۔ جو ہوا کھو دیکھا اونٹ اور کمان کا حصہ تھوڑا ہی میں تو کچھ آپ ہی سے منا کر دو گا۔ چند نہیں کرکے دیکھو میں زیادہ ہو ڈانٹنے تو تم بھی اپنے بچوں اور دانتوں کا کھیل دکھاتا پھرتا کروں گا۔ بھیڑیے نے جو کا دو دو ایں بتائیں تو ایک شیر سے اتفاقاً کر خانہ دیکھیے آپ کی سلطنت میں ہوا ہے۔ شیر صاحب کو غصہ آیا۔ بھیڑیے پر چھ رہ سکا یک لا تجھ میں شکر جا کے تھپڑ تک۔

لومڑی سے اونٹ کی لاش پر خود قبضہ کیا اور لیتے ہی گر دو میں سے ایک شیر نے دو لاش تقسیم کرکے اپنا اپنا حصہ لو۔ بھیڑیے صاحب کی تھوڑی کی آن پر وہ کی اور طرز دیکھ کر بیٹھے تو حکومت کی قائم رہتی ظل اللہ الملک قتل وعدل ہی اپنے منصب اور اسکی ذمہ داریاں کو اللہ دیکھیں۔ اس سے غلام کی یہ آخری التجا ہے۔

ظل اللہ نے وزیر کی یہ ستم ظریفی اور وعدہ کیا کہ ابھی آج نہیں کل ضرور دربار کروں گا۔ تو اب تو اور بیٹھے آسمرا بیتی بیگم غصہ میں بھری بیٹھی تھیں بہ دست اُبھر آئیں۔ آگے ہی حضور کے تھے لیے: واہ آج تم کو اپنے نوکروں کے غلام ہو جیسے ازل کی تھیں بادشاہ بنایا ہر تاج وتخت انھیں کے تصدق میں تمہیں نصیب ہوا۔ آخر یہ سنگدلی کہ خواہ مخواہ دربار ضرور کرو۔ کچھ نہیں یہ تمہاری بے مروت کا نتیجہ کر دیکھیے بے مروت کس کس کی جوتیاں اٹھوا آئی ہے۔ تو ابھی ہو گیا ہے کمہ نشہ اپنی جوانی کے دن بھول گیا۔

چار گھڑی ہو تم میرے پاس بیٹھے ہوئے نہ معلوم مجھے کہاں کا بیر ہے جو چلتا ہے کہ حضور اپنی بیگم کے پاس نہ بیٹھیں۔ اس عورت نے تقسیم اور شرع کی

ہو جائے کے تقسیم دیا اگر۔ ایک چوہا ہے کہ ہم نے بیگی دیکھا۔ یہ ہوا انوب جو کسی سے پیدا دیتا تھا جیتی گھات دیکھی تو اونٹ شیر کی کھال میں ہم سا جو ٹیلے پر کھڑا کر دیا اللہ کا کوئی راج ہے کہا بھائی میں اس شیر کا لاکر ہوں بڑی مشکل سے آج کھایا بجا کے دوست آیا ہوں ورنہ وہ تو کہتا تھا کہ میں گھس کے تم کی بکریاں مار ڈالوں گا۔ میں نے منصہ دیکھا آیا اب فیصلہ اس پر ٹھہرا ہے کہ روز تم ایک بکری ناشتے کیلئے دیا کرو۔ ریوڑ بڑی ہی بھاگ صدقہ دیا جو دا بے نے ٹیلے کی طرف غور سے جو دیکھا تو معلوم ہوا کر شیر اگلے دونوں پنجے ٹیکے ہوئے گلے کی طرف گھور رہا ہو۔ تیار رہو ڈالو بکری حوالے کی۔

میاں چوہے کے منہ میں لہو لگا تو سمجھے اور موٹی سی بکری نے کے گئے دو بہر کر آئے اور پیام سنایا کر شیر کہتا ہے ایک کیا پیٹ نہیں بھرا دیکھو میں تمھارے سامنے جا کے پوچھتا ہوں ہمارا انکار ہی گردن جلانے جاتا ہو میری سفارش نہیں قبول کرتا آخر سارا ریوڑ جو ڈر کے کہنے لگی۔ تمھارے وزیر نے بھی شیر کی کھال میں تمھیں ایسے ہی کے زریعے سے تم کو کھڑا کیا ہے۔

بادشاہ سلامت پھر آگئے۔ حسب معمول صبح کو دربار کے انتظار کو جب دیکھا کہ ظل اللہ پریوں کے سایہ سے جدا نہیں ہوتے تو انھیں غصہ آیا اور ان زمانے میں ہم کے فیصلے تو تھے نہیں ہو تس کے پہلے میں آگ لگ کے دولت کے چوکھٹ ازدہ کا ہوا ہوتے پر آمادہ ہو گئے خیر والعل نے حضور کو معاملے کی خبر دی اب حضور کے حواس ٹھیک ہوئے وزیر تدبیر شناس کو سامنے طلب کیا اور فرمایا۔ تم اور شاد بھی ہو وزیر اعظم بھی ہو بات بہت بڑھ گئی ہو آج کے دن ان مفسدوں کو اور صلاۃ کل میں ہر ایک شخص کو سامنے بلاؤں گا۔ میری طبیعت ناساز ہو۔ نواب صاحب نے شاہی پیام سنایا۔ ترم کلام کے چھینٹے دے کے آگ بجھائی۔ اس وقت تو تھم ہوئی مگر بادشاہ سلامت کو انتقام کی سوجھی۔ آج میرے ہاں بی بی اور ہمیشہ سے ساتھ والی وہ بہو تو سی کل سب بھیجوں گا۔ بیگم بھی کہتی تھیں کہ سارا فساد اسی وزیر نا ہنجار کا ہے کہ نمک خواری آگ لگا کر خود ہی پانی کو دوڑتا ہو مددگاری

سب اس کی تیجے ہیں ہیں بیگم کا خیال بالکل صحیح ہے۔ حکم ہوا ہمارے دیوان خانے میں بیگم کے ان دس غلاموں کو جو اس وزیر کے اطراف ہیں جن کا انتخاب ہوا بیگم کی رائے ہو جن میں تم کو ایک کیسا دیکھو ہی تمھیں بخشش قرار انعام دیا جائیگا۔ بات یہ ہو کہ ان کم بختوں نے والد مرحوم کے وقت میری امانت کا مذاق اڑایا تھا اب یہ بار جب میرے دوست کا زمانہ آیا ہی ان سے انتقام لینا چاہتا ہوں تم لوگ دیوان خانہ سے نہیں ٹلو حاضر رہنا میں اس کھڑکی میں غالباً بیٹھوں گا اور حکم دوں گا کہ اہل دربار اور اعیان دولت ایک ایک کرکے مجھ سے ملیں اور اپنی شکایتیں بیان کریں۔ وہ آئیں گے نذر دینگے تم میرے اشارے کے منتظر رہنا جب اشارہ کروں تو فوراً اس شخص کی گردن قلم کر دینا جو مجھ سے باتیں کر رہا ہو اور غسل خانے میں لاش ڈال دینا۔ غلام اپنی مرضی سے الگ نہیں ہوتے خدا شکر سے جو کوئی نمک خواری کا طوق گردن میں پڑا اور غیرت وحمیت نے ان کا ساتھ چھوڑا۔ دسوں غلام تعمیل فرمان شاہی پر آمادہ ہو گئے۔ دن گزرا رات آئی اور پھر صبح ہوئی ظل اللہ حسب وعدہ ایوان حکومت میں تشریف لائے مگر لشکرگاہ دل وہی سپاہی فرفر آ فرداً حاضر ہوئے اور نذر کے گھات اتر تے رہے سب سے پہلے شناس ہی کی باری آئی اسلئے کہ وہ وزیر اعظم تھا اسکے بعد باقی ارکان دولت نے عدم کی راہ لی۔ لاشی لاشی آدمی رہ گئے۔ جب میدان صاف ہوا تو حضور بے کھٹکے داد عیش ونشاط دینے لگے۔

کہانی لمبی چوڑی ہو اس عیاشی کا جو نتیجہ ہوا وہ عالم تباہی کی صورت میں رونما ہوا اگر ظل اللہ توبہ کرکے شناس کے تو خیز بچے کو وزیر نہ بناتے۔

لاٹ صاحب۔ کچھ دنوں سے ہندوستانی قلمرو میں بھی دور دخال شاہی کے کرشمے بندی دیکھ رہی ہو جب سے میں نے مرلا اور پنچ کی خدمت گزاری اختیار کی ہو برابر دور دخال شاہی کے بارے میں حکومت وقت تو کرتی رہی۔ افسوس یہ ہو کہ تمہاری کونسلوں میں نہ اتی سرکاری خیر خواہی جتانے والوں کی قلت نہیں لیکن مخلص خیر خواہ ایک بھی نظر نہیں آتا۔

جس طرح وردخاں شاہ کے گرد محل میں ناز نخرے کرنے اور پسینے پر خون گرانے والیاں جمع ہو گئی تھیں اسی طرح انگریزی حکومت کے گرد بھی ایسے ہی غرض کے بندوں اور باتیں بنا کے تنخواہ وصول کرنے والوں کا ہجوم ہے۔ ڈائر اوڈوائر کے سے چڑ چڑے قصائیوں کا تذکرہ فضول ہے وہ پھر بھی تو غیر۔ میری مراد اُن نمک خوار کوتاہ اندیشوں سے ہے جو ہندوستانی ہونے کے باوجود نہ تو ہندوستان کی خیر خواہی کا حق ادا کرتے ہیں نہ حکومت کو بدنامیوں سے بچانے کی قابلیت رکھتے ہیں۔

خدا کے لیے نیچ ادنیٰ افسروں اور ماتحتوں کا نام تو لو جنہوں نے سائمن صاحب کا بائیکاٹ کرنے کی مخالفت میں بائیکاٹیوں پر لاٹھیاں برسانے کا مشورہ حکومت کو دیا جو لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ملا کہ لالہ لاجپت رائے انہیں لاٹھیوں کی ضرب سے آنجہانی ہو گئے۔

سنو لاٹ صاحب۔ وردخاں شاہ نوجوان تھا۔ عورت ہوتی ہے موہنی۔ جوانی ہوتی ہے دیوانی۔ وہ عیش تیغ ہونے کی جھل میں جاسیتی بیگم کی رائے پر چلا تو خیر۔ دوسرے وہ زمانہ اور تھا یہ وقت اور ہے۔ برخلاف اس کے ہندوستان پر انگریزوں کی ساری قوم حکومت کرتی ہے قوم بھر جرنیل و عیاش ہو تو ہو لیکن ہرگز جوان نہیں ہے اور سے خوشامدی خرصندوں کو جاسیتی بیگم کا مرتبہ عنایت کرنا ہرگز مناسب نہیں یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ اس قسم کی حرکتوں سے حکومت کی رمق پوری ہو جائے گی جنہوں نے اس کی آنکھوں پر اندھیری ڈال دی ہے ایسی چالوں کا نفع پائدار نہیں ہوتا۔ ظن اور غرور کا سر دو گھڑی کے واسطے اونچا ہو جائے تو ہو جائے لیکن ایک نہ ایک دن ضرور جھکے گا۔ پھر وہ بات کیوں ہو جو سر نیچا کروائے۔ لارڈ ہارڈنگ کے بعد یہاں جتنے وائسرائے آئے سب کو ان خرصندوں نے انگلیوں پر نچا کے نیچا دکھایا۔ آج کوئی زبان چیمسفورڈ کی تعریف کرتی ہے نہ ریڈنگ کی اور میں صاف کہتی ہوں کہ میں نے تمہاری تعریف بھی کسی سے نہیں سنی۔ تمہارا ...

کسی قدر گون متھون تھا مگر جب سے یہ کمیشن پیدا ہوا اُس وقت سے ہر مہینے کوئی نہ کوئی نیا آزار ضرور ہوا۔ تم کہو گے کہ ایک پڑھی لکھی منطقی عورت ایک بات کی بابت واقعی علت ملاتیہ قرار دیتی اور جھینپتی نہیں کیا منطق ہے۔ ”ن کا تا پرو کا نا“ کی بحث پڑھے بغیر کوئی شخص منطقی ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے یعنی بلاؤں کے نزول کا اصل سبب سائمن کمیشن کے یہاں آنے کو قرار دیتی ہے حالانکہ سعادت اور نحوست اعتباری چیزیں ہیں جن کا حدوث انسان سے تعلق نہیں رکھتا۔ میں جواب دیتی ہوں کہ ہاں سچ ہے۔ پھر کیا کروں؟ عورت ہوں۔ وہ عورت ہی نہیں جس کا دماغ ان وہمی باتوں سے خالی ہو۔ میں نے ”دلیل“ تعاقب ولزوم سے کمیشن کو منحوس نہیں کہا۔ تو کیا بیجا کہا۔ لے جدھر کمیشن نے رخ کیا ادھر ہی لاٹھیاں برسیں اور نحوست نے اپنا کالا منہ دکھایا! اس کے علاوہ عورت بھی کون؟ ہندوستانی عورت ضعیف الاعتقادی جس کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ تیسرے یہ کہ جاہل عورتوں کی مصاحبت کا اثر بھی کچھ نہ کچھ ہونا چاہئے۔ مگر ذری اپنی تو کہو اتنے افسر سے مرد کی صورت ہو ایک آزاد خیال ملک کے رہنے والے ہو جہاں کی عورتیں مردوں کے کان کاٹتی ہیں۔ اتنے بڑے ملک کے حاکم اعلیٰ ہو۔ لاٹ ہو صاحب اختیار ہو پڑھے لکھے عالم فاضل ہو۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پیئے ہوئے ہو۔ زمانے بھر کے عقلمند تمہیں گھیرے رہتے ہیں ان سب باتوں کے باوجود ”ن کا زا پرو کا نا“ کی مصیبت تمہارے خیال میں بھی گھسی ہوئی ہے۔ بھلا غور تو کرو جس قسم کی سختیاں آج عام رعایا پر کی جاتی ہیں اُن کی جانب سے آنکھ بند کر لینا اور یہ کہنا کہ ہندوستان بھر میں بالشویک پھیلے ہوئے ہیں وہی اور نہیں سکھاتے بھڑکاتے ہیں بم پھینکنے اور قتل کرنے کی خاص علت یہی ہے کہاں تک منطق کی رو سے درست ہے؟ حکومت کی طرف سے اس قسم کی دل آزاریاں روا نہ ہوتیں تو بالشویک مفسدوں کو یہاں آنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی جتنے اچھے دل برے ہوتے جائیں گے

اور تبھی بالشویک بڑھیں گے یہ سائمن کی علت ہے اور صریح علت ہے اسے چھوڑ دینا اور روز بھی نیا پرانے نئے قانون ایجاد کرنا ”ن کا زا پرو کا نا“ نہیں تو اور کیا ہے؟

اگر ہندوستانیوں کے دل میں یہی سما گئی تھی کہ سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کریں تو لاٹ صاحب اسکی پروا ہی نہ کرتی تھی۔ بائیکاٹی تمہاری حکومت کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ نہ بائیکاٹ کوئی ہوا ہے جو کاٹ کھاتا اسلیے کہ جتنے بائیکاٹی لیڈر ملک میں ہیں ان سے بہت زیادہ بڑے بڑے ہندوستانی اسوقت حکومت کے قبضہ میں ہیں۔ ہندوستان کا باہمی اختلاف کوئی نیا نہیں۔ اس اختلاف کے دم سے کھیل بگڑا! بگڑ گیا۔ ایک گروہ بائیکاٹ کرتا دوسرا اپنی غرض کو سرمی ایک کرتا اور بہت ممکن تھا سائمن صاحب کی رپورٹ بیکار نہ رہتی۔ دیکھو اب بھی مطلب نکل چکا۔ رپورٹ تباہ ہو گئی خود نتیجہ اس رپورٹ کا وہی ہوگا جو تم چاہتے ہو ... میں شرکت (انتخاب) ... ہوں [illegible] ایک [illegible] کرے تو تم کہو وہ ہارتی ہوں۔

جو واقعات آجکل ہو رہے ہیں ان کا ذریعہ خاص کر اخباری کاغذوں میں شائع ہو چکے ان واقعات پر غور کرنے کے بعد میں نے وردخاں شاہی کا انداز طرز محسوس کیا یعنی سرکاری گروہ جو سختی پر تلا ہوا ہے اپنے اندرونی فوائد کے آگے دوسروں کے فوائد ہیچ سمجھتا ہے اور ایسے قانون بنانا چاہتا ہے جن کے نفوذ سے اصلی گناہ گاروں کے عوض وہمی اور فرضی گناہگاروں بلکہ خیر خواہوں کے پھنسنے کا بھی احتمال ہے اپنے وقت کا وردخاں شاہ ہے اور وہ عقل باختہ بہت جلد ... گروہ بھی سرکاری ظالموں کی بے تمیزی پر حد سے زیادہ چراغ پا ہو کے بم بازی اور خونریزی پر کمربستہ ہو گیا اپنے وقت کا وردخاں شاہ ہے۔ ملک اور حکومت ... ایسے قوانین کے نفوذ میں اگر بم بازی اور ... پس پشت سے حملے کرتے ہیں۔

قانون کی آنکھ میں وہ لوگ خار کی طرح کھٹکیں گے جو علانیہ خدمت ملک کرنے کو کھڑے ہوں گے اور اپنے فرض کی بدولت



جان بچی اور لاکھوں پائے

(ذکر الف لیلیٰ کا وہ مشہور قصہ جس میں تین شاہزادے ایک شہزادی پر عاشق ہو کے تین تحفے لائے تھے اس مسافر کے پاس بھی تین تحفے ہیں۔
بلند پروازی قالین ۔ سیٹھ کیمیائی سیال اکسیر ہر مرض ۔ دور بین نائب ناک)

سرکاری تماشائی ۔ (۱) ولی رود ور دستم صاحب لال خدا (۲) در دکر راز چنال خواہش شد اسکالر


گر نسیم تربت صبح بر چمن بگذشت
که گل ز بوی تو بر تن چو صبح جامه درید
اصغر علی محمد علی تاجران عطر

حکومت سے ضربیں لگیں۔ یہ ماہ زادہ ان اشخاص کی جان
لیں گے جنھیں وہ اپنے اغراض کی راہ میں حائل
سمجھیں گے۔ دل میں زیادہ تر او بہ ہندوستانیوں
کی یہی سیاسی ہندوستان کی چند بار اس طرح کی
ہو جاتی گئی جس طرح ایک ادھیڑ شوہر کی چندیا دو
بی بیوں نے صاف کر دی تھی۔ ایک بی بی بڑھیا
تھیں وہ سیاہ بال میاں کے چن ڈالتی تھیں دوسری
جوان تھیں وہ سفید بال چن چن کے اکھاڑ ڈالتی
تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے نہ سیاہی رہی نہ سفیدی
چندیا بالکل صاف نکل آئی۔ جھلجلاتی
کھوپڑی دیکھ کے بازاری لونڈوں کے
منہ میں پانی بھر آیا اور بے تابانہ لگے
ہاتھ سینکنے۔

حاصل یہ ہے کہ انگریزی حکومت بھی ایک
محبوب ہے۔ اور محبوب رہ سکتی ہے بشرطیکہ
جن عمال کے ہاتھ میں قانون کا انفاذ ہے
ان کی باگ ذرا ذرا سی سخت کر دی جائے۔
اصل قانون کا بے محل استعمال اکثر
عوام کو منحرف بنا رہا ہے۔ انصاف کی
بہ نسبت جانب داری زیادہ نظر آتی ہے
ہر صوبے کے اکثر عمال یہ چاہتے ہیں کہ حاکم ان
کے سامنے سرنگوں رہیں چاہے ہو جائے اور کیسے
ہی ڈنڈا استعمال کرنا پڑے۔ حکومت اس طرز عمل کا
تدارک نہیں کرتی جھوٹ بالکل ثابت بھی ہو تو
کو سزا نہیں دیتی۔ دوسری جانب غصہ مند
نوجوان آپے سے باہر ہو گئے ہیں دونوں
یک طرفہ کارروائیاں کر رہے ہیں اور حماقت میں
مبتلا ہیں۔ اور ان کا عہد دولت و حکومت و خانہ شاہی
عہد نہ ہو جانا چاہیے۔ بندہ انگریزی حکومت کا بھی
خیر خواہ ہے اور ہندوستانیوں کا بھی۔ یہ چند کلمے
کسی بری نیت سے نہیں لکھے ہیں۔ آگے تم جانو تمہارا
قانون جانے کمیونسٹ جانیں بالشویک جانیں
قانون ساز جانیں یا ہم راز جانیں۔

راقم
دنیا بھر کی خیر اندیش [illegible] بیگم

بند جینگے باندھواس لٹیٹی اتار کر کیا کیا

ابی مولانا۔ بہر اقتدار ہونے کی ابھی کیا بات ہے
ادھر زندہ باد! ادھر کل مرے کسی گھر میں جیلس نکلی
ادھر خیر اخاں ڈبڑ اخاں میاں دوغلی سجانی خیر ان
دونوں۔ بہروا ٹھاکی۔ خیر عوام تو ہوتے ہی ہیں
بیچارے اور دھسان بدحال ان کا ذکر ہی کیا۔
بڑے بڑے مقدس جامہ و ریش والے بھی وحی
شیطانی کی آیتیں لیکے پہنچتے ہیں۔ دیکھیے نہ؟



سو دوست! فقیر کی ضرورت نہیں۔ بندوق نہیں ہوتی ہے؟

جناب ... خاں صاحب تو ہندوستانیوں کے دل
سے اتر گئے کیوں اسلیے کہ انھوں نے شہریار
غازی کا کلمہ نہیں پڑھا۔ رہے ابو الخیر اختر خیال
تو وہ برسات کی ٹڈی گوٹڑیاں ہیں آج تے ادھر
رنگینی دکھلائی دیتی ہیں کل غائب۔ ان بیچارے
صندوقچی ہندوستان میں نہیں ہیں شہرت سے
فائدہ اٹھانے کی چالیں بھی انھیں معلوم نہیں۔
تو ان کا نام کوئی کا خدا اخبار کیوں لے۔ اب

کابل میدان میں شہریار غازی اور مقام الملت ...
رہ گئے۔

حضرت مقام الملت نے کبھی یہاں دھوم دھام سے
کسی زندہ پیر بنایا۔ کبھی ایسا اتفاق نصیب ہوا
کہ وہ روشناس ہوتے اور قوت پرست انھیں مفت
میں اپنا سردار مان لیتے۔ ان کے ماننے والے جو کچھ
ہیں وہ شبان پہننے والے کابلی ہیں۔ شہریار غازی
سے براہ راست مقابلہ حضرت کا ہے اس وجہ سے ان کا
نام ہو دشنام ہے بغیر چارہ نہیں لیکن حجاب نیم خورش
حضرت شہریار غازی جس طرح مجبوعہ ہیں اور ان
بزرگ خواب دیکھ رہے ہیں کہ محفل قدس
آراستہ ہے اور (معاذ اللہ) ذات مقدس کی
پیشانی حضرت شہریار غازی پر از راہ مشفقانہ
بوسے دے رہی ہے اسی طرح بعض کابل کے
مقدس پیر حضرت مقام الملت کے بارے میں بھی
نزول برکات روحانیہ کا دعویٰ کر رہے ہیں چنانچہ
منقول ہے راوی کہتا ہے کہ دیکھا میں نے بعین
بیداری ایک خواب کہ شب کو روضہ کی تمام
مقدس روحیں قبر سے نکلیں اور دریا! ادھر کے
چلیں حضرت مقام الملت کی طرف جمع کر بیٹھے تھے
ایک تخت زر و جواہر پر لکڑیوں کی جگت کیے)
اور سلام کیا اونھیں بہ آئین دربار شاہی اور
حکم دیا اونھوں نے ان روحوں کو کر پکڑ لاؤ "کون"
کو جو دشمن جانی ہے ہمارا اور مارو دھاڑ اور بچے
"بچی کچھاروں سے نکل" بہری بولے "وہ بالکل"
تمام پس گرفتار کر لائی روحانی فوج حضرت شہریار
غازی کو اور کھول دیے گئے دہانے شتکیزوں جرمی
کے اوپر ان کے اور جاری ہائی اونھوں نے۔ پھر مسلط
ہو گئیں وہ روحیں سرداران قبائل کے سروں پر اور
متحد کر دیا اونھیں اوپر لڑائی کے مقابلے میں
شہریار غازی کے۔

اتنے میں آنکھ کھل گئی تو دیکھتے کیا ہیں کہ سنسنا رہا ہے
نعوذ باللہ! الٰہی خدا بچائے ان جھوٹوں سے دور ہی بچے
تھے نہیں بچے ہیں۔ فقط راقم

دروازہ کا ...

"خضر راہ"

ایک نیا رسالہ لکھنؤ سے بنام "خضر راہ" جنگل کے ہاتف دفتر تک ہو گیا۔ یہ دوسرا نمبر ہے۔ پہلا نمبر کسی وجہ سے نہیں بھیجا گیا۔ غرض و غایت اشاعت کے متعلق کیا سا ہی کہہ سکتے ہیں کہ ایک ماہوار رسالہ ہے حامد علی صاحب اسکے مرتب و مولف ہیں۔ گاؤں سے نکلتا ہے۔ نظم و نثر مضمون ہوتے ہیں۔ اور بہ اصطلاح جدید "شذرات" بھی ہوتے ہیں۔ "شذرہ" "مردود" کے اصطلاحی معنی آج تک ہمیں کسی نے سمجھائے نہیں اور سمجھائے بھی تو اس عنوان کے تحت میں جو بادہ اسکے زدہ جواہر میں دیکھیے وہ اکثر زیب و زینت آب و تاب رنگ ڈھنگ سنگ صنعت کی خوبی سے خالی نظر آئے۔ ممکن ہو کہ یہ ہماری آنکھوں کا قصور ہو۔ لیکن آنکھیں قصور کی عادی ہوتیں تو کسی "شذرہ" میں خوبی کی جھلک نہ دکھائی دیتی۔ خیر یہ تو اپنی اپنی نگاہ ہے۔

"خضر راہ" کا یہ نمبر بھی "شذرات" سے شروع ہوا ہے ان میں سے جس میں ایک ہندو ... مسلمانوں کو ... ہندوستانی گروہوں سے ترقی کی دوڑ میں آگے بڑھ جانے کی شکایت کی جاتی ہے۔ یعنی انہیں ... ایک مفید مشورہ ہے۔

شذرات کے بعد "تاروں سے باتیں" ہیں یہ ایک نظم ہم ترجیع بند اسکا سن لیجئے "۔ مرے جگمگاتے تارو مری گود میں چلے آؤ" دنیا کی ترقی! فتنہ تو میں جگمگاتے تاروں سے نامہ و پیام کر رہی ہیں مگر کوئی انہیں گود میں نہیں بلاتا۔ بچوں کو آنا میں کھلائیاں البتہ یوں بہلاتی ہیں ؎

آؤ چندا ماموں ہتھیلی میں بیٹھ جاؤ

اگر انا دن کھلائیوں کی مدد اس نظم سے مقصود ہو تو ہمیں کوئی عذر نہیں اور نہیں اعتبار ہو چندا ماموں کو ہتھیلی میں بٹھانے کے عوض اس نظم سے بہلائیں اور تاروں کو اپنے ... گود بھر ... پہ گود ... سالم رہے۔

لیکن اس قسم کی نظمیں دل کو زینت سے بعید ہوتی ہیں بڑے ... کی شاعری کی وجہ سے ... طرح ابھی گئی کہ

... گل و بلبل کے افسانے ہونے میں مشرق اس کا انسانیت سے دور اور عجیب و غریب غیر فطری اوصاف سے متصف ہوتا ہے۔ اچھا جناب آپ نے بہت بجا فرمایا۔ مگر جو شاعری کہ جناب اقبال دام اقبالہ وغیرہ ہم کی ہے کیا وہ فطرت اور حقیقت کے مطابق ہے۔ ہم سے پوچھیے تو شاعری کا تصرف چاہے وہ ... سبزہ زار ... جس چیز پر ہوگا وہ اسی طرح غیر فطری ہو جائے گا اختیار کریگی جس طرح کہ پیشانی معشوق کا سرو قد ... مبیں و ... ذقن و چاہ زنخداں۔ ہاں کنایہ و استعارہ تشبیہ وغیرہ سے دست کشی کیجئے تو بے شک فطرت و حقیقت خالص رہ سکتی ہے۔

آپ انگریزی شاعروں کے دیوان اٹھا کے دیکھیے ... جو ایشیائی شعرا نے اپنے فرضی معشوق و گل و بلبل کے اوصاف میں غیر فطری پیرایہ اختیار کیا ہے وہی انھوں نے قدرتی مناظر کے بارے میں کیا ہے۔

اس نظم کے بعد "مشرق کی ایک گمنام ... کا حال" مضمون اچھا ہے۔ پھر سید آل رضا صاحب کی غزل ہے مطلع خوب ہے ؎

وفا خطا تھی خطا میں نے عمر بھر کی

اب اس کے بعد ... جو ... نے ... کی

جا بجا غلطیاں بھی ہیں۔ ایک مضمون سلاطین ... کی تمہید و توصیف میں ہے۔ مضمون نگار نے اسلام کا برادرانہ حق ادا کرنے کی سعی کی ہے۔ ... لیکن قابل ذکر صرف ایک مضمون ہے جو کہ ... زمخشری معتزلی کی تفسیر کشاف پر لکھا گیا ہے معتزلہ کا علم کلام وغیرہ فرق اسلام سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے کشاف کا سبب تصنیف عقائد معتزلہ کی تائید ہے۔ لہٰذا قلم کی جس قدر قوت تھی وہ انھیں آیات قرآنیہ کی تفسیر میں صرف کی گئی جنھیں ذرا بھی لگاؤ معتزلہ کے عقائد سے تھا۔

بہرحال رسالہ اچھا ہے اگرچہ عربی و فارسی عبارت بہ جا بجا اردو عبارت میں ... کاتب ہوگئی ہے چھپائی بھی اچھی ہے اول کاغذ سفید ہے۔ سالانہ قیمت للعہ ششماہی ... نمبر ... خضر راہ دنیا گاؤں لکھنؤ سے طلب کیجئے۔

بچہ سقا کے دور میں "خضر راہ" کی ضرورت بھی تھی۔

مولانا بیج کی نوٹ بک

"الحضرت"

خاندان بنی عباس کی ... خلیفہ معتصد باللہ کے مقابلہ میں دعوی سلطنت کیا اور ... شامی ابو الحسن جو فرات کی نگرانی میں جب اس ... کا گھر ... مال ... کے ساتھ ... سے معتضد ... ابو الحسن نے ... اعلان ... خطرہ ... خلیفہ معتضد کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ ابو الحسن نے معتضد کو ... اور ... آگ لگا دی۔ ... ابو الحسن ... نے اعتراض کیا کہ ... ہندوستان میں ... وجود ... کا سوال ... جب ... ابو الحسن ... اس کے ساتھ ہی ... خلیفہ ... سطح ... [illegible]

مگر ... معتضد ... قصور ... [illegible]

... [illegible] ...

اس ... کے ... مولانا بیج کی نوٹ بک میں ... مرید ... اقبال ... اور ... میں ... کے ... واقعات ... سلسلہ ... مختصر ... ہے ... واقعات ... میں ... ہرکوئی دل لگی کی بات ... کی ... ہیں ... حضرت ... کے ... [illegible]

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کا غذ پر لے لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی

مصنف نے

اساتذۂ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لیکے زمانۂ حال تک صد ہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

استاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار تھے صد ہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں انسے نقل کی گئی ہیں۔ لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ خود استاد تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپ کو اس کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اس میں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ

محصول ڈاک بہر حال ذمہ خریدار۔ المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ۔